

(۲) نور الدین جہانگیر

(1605 تا 1627)

اکبر کے بعد اس کا لڑکا سلیم ، جہانگیر کے لقب سے تخت نشین ہوا ۔ جہانگیر (1605 تا 1627) اپنے باپ کے برعکس آرام طلب اور عیش پسند تھا ۔ اکبر کے تمام لڑکے دربار کے غیر مذہبی ماحول میں پرورش پانے کی وجہ سے شراب کے عادی تھے ۔ شراب اکبر بھی پیتا تھا ، لیکن اعتدال کے ساتھ ۔ اس کے لڑکوں نے اس معاملے میں حد کی قید اڑا دی تھی ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ شہزادہ مراد اور شہزادہ دانیال شراب نوشی کی کثرت کی وجہ سے جوانی ہی میں مر گئے ۔ جہانگیر بھی اس مرض میں مبتلا تھا اور اگر اس کی عقلمند بیوی نور جہاں اس کی شراب کم نہ کرتی تو شاید جہانگیر کا حشر بھی اپنے بھائیوں کی طرح ہوتا ۔

جہانگیر اگرچہ آرام طلب اور عیش پسند تھا لیکن سلطنت کے انتظام میں اس نے کبھی غفلت نہیں کی ۔ راجپوتانہ اور بنگال میں دہلی کا اقتدار جہانگیر کا زمانے ہی میں مستحکم ہوا اور ہر قسم کی مخالفت کچل دی گئی ۔ جہانگیر کے زمانے میں دکن میں نظام شاہی حکومت سے لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا ، لیکن تیموری امراء کی غفلت اور نا اہلی اور نظام شاہی امیر ملک عنبر حبشی کی غیر معمولی قابلیت کی وجہ سے دکن میں تیموری سلطنت کی حدود آگے نہیں بڑھ سکیں ۔ شمال میں البتہ ہمالیہ کے دامن میں کانگڑہ فتح ہوا (1620) ، لیکن اس کے دو سال بعد ایرانیوں نے قندھار پر قبضہ کر لیا 1622 جہانگیر کے زمانے میں دو انگریز سفیر ولیم ہاکنس اور طامس مور ہندوستان آئے اور انگریزوں کو پہلی مرتبہ تجارتی مراعات دی گئیں ۔ بنگال میں ڈھاکہ کا شہر اسی زمانے میں آباد کیا گیا اور صوبہ کا صدر مقام لکھنوتی سے ڈھاکہ منتقل کر دیا گیا ۔

جہانگیر ہندوؤں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا اور اس معاملے میں بڑی حد تک باپ کی پالیسی پر گامزن رہا ، لیکن اس نے اکبر کی مذہبی پالیسی اختیار نہیں کی ۔ تخت نشینی کے بعد اس نے جو 12 احکام جاری کیے ان میں سے چند یہ تھے: سلطنت میں شراب اور نشہ آور چیزیں نہ بنائی جائیں اور نہ فروخت کی جائیں ، کسی جرم میں عادی کی ناک، کان نہ کاٹے جائیں، کوئی سرکاری عہدے دار معاوضہ دیے بغیر رعایا کے کسی مکان میں رہائش اختیار نہ کرے اور ہر بڑے شہر میں شفا خانے بنائے جائیں ۔ جہانگیر کے زمانہ میں حضرت مجدد الف ثانی نے اہیائے دین کے کام میں بڑی کامیابی حاصل کی ۔ شروع میں بادشاہ کو ان کے بارے میں غلط فہمی ہو گئی تھی اور ان کو نظر بند رکھا لیکن بعد میں رہا کر دیا ۔

زنجیر عدل

عدل اور انصاف کو جہانگیر کتنی اہمیت دیتا تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس مقصد کے لیے اس نے آگرہ کے قلعے میں ایک زنجیر لٹکا دی تھی ، جس کا دوسرا کنارہ باہر سڑک پر تھا ۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ جس شخص کے ساتھ عدالت میں انصاف نہ ہوا ہو وہ اس زنجیر کو کھینچے ۔ اس زنجیر کو کھینچنے سے محل میں گھنٹیاں بجنے لگتی تھیں اور بادشاہ خود اس کی شکایت سننے آ جاتا تھا۔

جہانگیر فن مصوری کا بہت شوقین تھا ۔ اس کے زمانہ میں مصوری نے بہت ترقی کی اور مصوری کا وہ دبستان جس کو مقل مصوری کہا جاتا ہے اس کے عہد میں نقطہ عروج پر پہنچ گیا ۔ استاد ابو الحسن نادر الزمان ، استاد منصور ، بش داس اور گورو دھن اس دور کے ممتاز مصور تھے ۔ کشمیر جہانگیر کو بہت پسند تھا اور وہ اکثر سیرت سیاحت کے لیے وہاں جاتا تھا ۔ کشمیر میں اس نے کئی باغ اور عمارتیں بنوائیں ۔ ان میں شالامار باغ اور نشاط باغ آج بھی موجود ہیں ۔ اور سری نگر کے قابل دید مقامات میں سے ہیں ۔ آگرے کے قریب سکندرہ میں اکبر کا شاندار مقبرہ بھی جہانگیر کے عہد کی تعمیر ہے ۔ لاہور اور آگرہ کے قلعے میں اس نے کئی عمدہ عمارتیں بنوائیں ۔ بابر کی طرح جہانگیر نے بھی فارسی میں اپنی زندگی کے حالات لکھے ۔ یہ کتاب تزک جہانگیری کہلاتی ہے ۔ تزک بابری کی طرح یہ بھی ایک دلکش کتاب ہے ۔ اس کی تحریر میں بناوٹ کی بجائے سادگی اور صاف گوئی پائی جاتی ہے ۔

جہانگیر کشمیر کی سیر سے واپس آ رہا تھا کہ راستے میں بیمار پڑا اور لاہور پہنچنے سے پہلے ہی انتقال کر گیا ۔ لاہور پہنچ کر اس کو دفن کیا گیا اور اس کے بیٹے شاہ جہان نے بعد میں اس کی قبر پر شاندار مقبرہ تعمیر کرا دیا ، جو آج لاہور کی شاندار تاریخی یادگاروں میں سے ایک ہے ۔

(۳) شہاب الدین شاہ جہاں

(1627 تا 1657)

جہانگیر کے بعد اس کا بیٹا خرم شہاب الدین محمد شاہ جہان کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اس دور کے اہم سیاسی واقعات میں سے ایک ہگلی (بنگال) میں پرتگیزیوں کا ہنگامہ ہے، جس کے بعد پرتگیزیوں کو 1632 میں مستقل طور پر نکال دیا گیا۔ قندھار جس پر ایرانیوں نے جہانگیر کے زمانہ میں قبضہ کر لیا تھا، 1638 میں ایران سے پھر واپس لے لیا۔ اس کے بعد شاہ جہان نے تین بار قندھار لینے کی کوشش کی، لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ وسط ایشیا میں بخارا کے حکمران امام قلی کے بعد اس نے بھائی نذر محمد کو جب ازبکوں نے نکال باہر کیا، تو ازبکوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شاہجہان نے اپنے آبائی وطن پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اور 1642 میں بدخشاں اور بلخ میں قبضہ کر لیا۔ لیکن دہلی کے سپاہی موسم کی شدت سے گھبرا گئے اور شاہجہان کو اپنی فوجیں واپس بلانا پڑیں۔

نظام شاہی حکومت کا خاتمہ

اس دور میں دہلی کی فوجوں کو نمایاں کامیابی دکن میں حاصل ہوئی۔ 1632 میں احمد نگر پر شاہجہان کا مستقبل قبضہ ہو گیا اور نظام شاہی حکومت ختم کر دی گئی۔ آخری حکمران حسین نظام شاہ کا وظیفہ مقرر کر کے گوا لیار کے قلعے میں نظر بند کر دیا گیا۔ اسی سال بیجاپور اور گولکنڈہ کی حکومتوں نے شاہجہان کی اطاعت کر لی۔ وہ سالانہ خراج دینے پر راضی ہو گئیں اور دونوں مملکتوں میں شاہجہان کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری ہو گیا۔ بیجاپور کے حکمران پر یہ شرط بھی عائد کی گئی کہ وہ مرہٹہ سردار ساہو جی بھونسلا کو، جو سلطنت دہلی کے علاقے پر چھاپے مارا کرتا تھا، ریاست میں کوئی عہدہ نہیں دے گا۔

تعمیرات

شاہ جہان نے تیس سال حکومت کی۔ مورخین نے اس کے دور کو سلاطین تیموری کا عہد زرین کہا ہے۔ اس کے عہد میں جیسا امن و ایمان تھا اور ملک جیسا خوشحال تھا ویسے پہلے کبھی نہیں تھا۔ شاہجہان کو عمارتیں بنانے کا بہت شوق تھا۔ اس معاملے میں وہ اکبر سے بھی آگے بڑھ گیا۔ اس کی بنوائی ہوئی عمارتیں اکبر کی عمارتوں سے تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور خوبصورت بھی زیادہ ہیں۔ اس کے دور میں تیموری طرز تعمیر اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ تعمیرات کے میدان میں وہ اندلس کے عبدالرحمن اعظم، ترکوں کے سلیمان اعظم اور ایران کے عباس اعظم سے کم نہیں تھا، بلکہ شاید کچھ زیادہ تھا۔ اس نے پرانی دہلی کے پاس ایک پورا شہر آباد کیا جو شاہجہان آباد کہلاتا تھا۔ یہی شہراب پرانی ولی کے نام سے مشہور ہے، شاہجہان کے زمانہ میں یہ دنیا کے خوبصورت ترین شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ اسی شہر میں اس نے لال قلعہ اور اس کے اندر خوبصورت محل اور سرکاری عمارتیں بنائیں جن میں بادشاہ دربار کرتا تھا اس شہر میں اس نے ایک جامع مسجد بنائی جو آج بھی دنیا کی شاندار مسجدوں میں شمار ہوتی ہے۔ اسی طرح آگرا کے قلعہ میں جو اکبر کا بنایا ہوا تھا شاہجہان نے ایک مسجد بنائی جو موتی مسجد کہلاتی ہے۔ یہ مسجد زیادہ تر سنگ مرمر کی ہے اور بعض لوگوں کے خیال میں دنیا کی سب سے خوبصورت مسجد ہے۔ لاہور میں جہانگیر کا مقبرہ اور شالٹھمار باغ شاہجہان کے حکم سے ہی بنائے گئے اسی طرح کشمیر کی شاہی مسجد اور چشمہ شاہی کا باغ اور سندھ میں ٹھٹھہ کی جامع مسجد اسی کے زمانہ میں بنائے گئیں۔

شاہجہان کے عہد کی عمارتوں میں تاج محل سب سے زیادہ مشہور ہے یہ اس کا اور اس کی بیوی ممتاز محل کا مقبرہ ہے اور پورا سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور اس پر کئی کروڑ روپیہ خرچ ہوا۔ قبروں پر اتنی رقم خرچ کرنا کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا، لیکن بعض بادشاہوں کو اس کا شوق تھا۔ اگر شاہجہان یہ رقم نظام الملک نورالدین اور صلاح الدین کی طرح مدرسوں اور شفا خانوں کی تعمیر پر خرچ کرتا تو وہ خود بھی نیک نام ہوتا اور ملک کو بھی فائدہ پہنچتا۔ پھر بھی عمارتوں سے لوگوں کو کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا۔ ہزاروں لاکھوں مزدور برسوں روزگار سے لگے رہے۔ صرف تاج محل کی تعمیر میں بیس ہزار مزدوروں نے 16 سال تک حصہ لیا۔

شاہجہان کے عہد کی ان عمارتوں کا ذکر کر دینے کے بعد بڑی بے انصافی ہوگی اگر ہم اس عہد کے ایک مشہور ماہر تعمیر استاد احمد کا ذکر نہ کریں۔ استاد احمد لاہور کے رہنے والے تھے اور اس عہد کی کئی عمارتیں جن میں تاج محل، لال قلعہ اور دہلی کی جامع مسجد زیادہ مشہور ہیں، اسی استاد احمد کی تیار کی ہوئی ہیں۔ یوں سمجھو کہ جو حیثیت سلیمان اعظم کے زمانہ میں سنان کی تھی وہی حیثیت شاہ جہان کے زمانہ میں استاد احمد کی تھی۔

شاہ جہان اگرچہ شاہانہ ٹھٹھہ کی زندگی گزارتا تھا اور ملک کی اٹمندی کا بڑا حصہ عام بادشاہوں کی طرح اپنے اور اپنے شاہی خاندان کے عیش و آرام پر خرچ کر دیتا تھا، لیکن پھر بھی ان بادشاہوں میں اس کی ذات غنیمت

تھی۔ اس کو اپنی رعایا کے آرام کا بھی خیال تھا۔ وہ اچھی عادتوں اور رفاه عام کے کاموں کی وجہ سے رعایا میں بڑا دل عزیز تھا۔ اس کے زمانہ میں یورپ کے کئی سیاہ ہندوستان اور پاکستان آئے۔ انہوں نے شاہجہاں کی حکومت کو ایک مہربان باپ کی حکومت کہا ہے۔

شاہ جہاں اہل علم کا بھی بڑا قدردان تھا۔ اور ان کو بڑے بڑے انعامات دیتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے پاکستان کے ایک مشہور عالم ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کو چاندی میں تلوا دیا اور یہ سب چاندی ان کو انعام میں دے دی۔ شاہجہاں مذہب کا بھی پابند تھا۔ اکبر اور جہانگیر کی طرح شراب نہیں پیتا تھا اور نہ ان کی طرح عیش پسند تھا اکبر نے یہ قاعدہ جاری کیا تھا کہ جو کوئی دربار میں آئے تو وہ بادشاہ کو سلام کی بجائے سجدہ کیا کرے۔ اس سجدہ کو سجدہ تعظیمی کہا جاتا تھا۔ لیکن مسلمان سوائے خدا کے کسی کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ یہ سجدہ اسلام کی اعلیٰ تعلیم کے خلاف تھا۔ شاہجہاں نے اپنے زمانے میں سجدہ تعظیمی کا طریقہ بند کر دیا۔ جہانگیر اور شاہ جہاں کا 50 سالہ عہد بلاشبہ عہد مغلیہ کا عہد زریں ہے۔ فتوحات کا دور اکبر کے زمانہ میں ہی ختم ہو چکا تھا۔ اب سارے ملک میں امن امان قائم ہو چکا تھا۔ تجارت اور صنعت ترقی پر تھی۔ ملک میں ارزانی اور خوشحالی عام تھی۔ علم و ادب اور تہذیب و تمدن ترقی کی منزلیں طے کر رہے تھے۔

امراء مغلیہ

اکبر اور جہانگیر کے امراء میں دو ایسے ہیں جن کے نام زرین حروف میں لکھے جانے کے لائق ہیں۔ ان میں ایک عبدالرحیم خانخاناں 964/1552 تا 1036/1627 ہے اور دوسرے شیخ فرید۔ عبدالرحیم شہنشاہ بابر ہمایوں اور اکبر کے مشہور امیر بیرم خان کا لڑکا تھا۔ وہ ایک اچھا سپہ سالار اور عادل اور رعایا پرور حاکم تھا۔ اکبر کے زمانہ میں دکن میں فتوحات حاصل کرنے کے علاوہ عبدالرحیم خانخاناں نے گجرات اور سندھ کے صوبے بھی فتح کیے۔ وہ مختلف اوقات میں جونپور، گجرات، سندھ اور دکن کا صوبے دار رہا۔ فیاضی اور سخاوت میں اپنے وقت کا حاتم تھا۔ علماء اور بزرگان دین کی پوشیدہ اور ظاہر مالی امداد کرتا رہتا تھا۔ اور ان کے صدقات اور خیرات کا سلسلہ عرب تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کے اپنے طویل دور اقتدار میں برہانپور، گجرات، لاہور، دلی اور سورت میں بے شمار مسجدیں، مدرسے، حمام، نہریں، تالاب، سرائے اور باغات تعمیر کرائے۔ اس نے برہانپور اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں خربوزے اور ایران کے دوسرے پھلوں کی کاشت شروع کرائی۔ خانخاناں عربی، فارسی، ترکی، ہندی اور سندھی کا ماہر تھا۔ تزک بابری کا اس نے اکبر کے حکم سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ فارسی اور ہندی کا ممتاز شاعر تھا۔ اس کا ہندی کلام آج بھی مقبول ہے۔ اس نے شاعروں کی شاہانہ انداز میں سرپرستی کی۔ عرفی اور نظیری حقیقت میں خانخاناں کے دربار کے شاعر تھے۔ عبدالباقی نہاوندی نے م اثر رحیمی کے نام سے کئی جلدوں میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جس میں عبدالرحیم خانخاناں کے کارناموں، اس کے رفاہی کاموں اور اس سے وابستہ شاعروں کے حالات لکھے گئے ہیں۔

نواب مرتضیٰ خان شیخ عبدالفرید متوفی 1025/1616ھ جہانگیر کے دور کے ممتاز امیر تھے۔ جہانگیر کی تخت نشینی میں ان کا نمایاں ہاتھ تھا۔ شیخ فرید خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی کے عقیدت مندوں میں سے تھے اور ان کے تعاون سے انہوں نے عہد جہانگیر میں اسلامی شعائر کے احیاء کے لیے کام کیا۔ وہ گجرات اور پنجاب کے صوبے دار بھی رہے۔ ان کے رفاه عام کے کام کا کوئی شمار نہیں۔ بیواؤں اور محتاجوں کے انہوں نے وظیفے مقرر کر رکھے تھے۔ وہ روزانہ ایک ہزار آدمیوں کو کھانا کھلاتے تھے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر خود بھی کھانا کھاتے تھے۔ انہوں نے احمد آباد اور دوسرے مقامات پر متعدد مسافر خانے اور سرائیں تعمیر کرائیں۔ احمد آباد میں شاہ وجیہ الدین کا مقبرہ اور مسجد ان ہی کی تعمیر کرائی ہوئی ہے۔ دہلی کے نواب میں فرید آباد کی بستی، عمارتیں اور تالاب تعمیر کروائے اور لاہور میں ایک پورا محلہ تعمیر کرایا۔

عہد شاہجہاں میں کئی امیر اور صوبے دار ایسے ہوئے ہیں جو اپنے عدل و انصاف اور رفاہی کاموں کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ ان میں ایک پنجاب کے صوبے دار نواب وزیر خان متوفی 1051/1641ء ہیں۔ وزیر آباد کا شہر ان ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ لاہور کی مشہور مسجد وزیر خاں بھی انہی کی تعمیر کروائی ہوئی ہے۔ اس مسجد کے ساتھ کتب فروشوں، جلد سازوں اور خطاطوں کی دکانیں، ایک مدرسہ اور حمام تھے۔ نواب وزیر خان چنیوٹ کے رہنے والے تھے۔ وہاں بھی انہوں نے سڑکیں، بازار، شفا خانے، مدرسہ، مسجد اور کنوئیں تعمیر کرائے تھے۔ وزیر خاں اپنے وقت کے بہت اچھے طبیب بھی تھے اور ان کا شمار شاہی دربار کے تین سب سے بڑے اطباء میں ہوتا تھا۔ انہوں نے نور جہاں اور دارا شکوہ کے حیرت انگیز علاج کیے۔

عہد شاہجہانی کے وزیروں میں سب سے عظیم شخصیت سعد اللہ خان علامی 999ھ/1591ء تا 1066/1656ء کی تھی جن کو تیموری دور کا سب سے بڑا وزیراعظم سمجھا جاتا تھا۔ وہ عربی، فارسی اور ترکی کے ماہر تھے اور بہت اعلیٰ درجہ کے انشا پرداز تھے۔ ابو الفضل کے بعد تیموری دور میں صرف انہی کو علامی کا خطاب ملا۔ انہوں نے اپنے وزارت کے زمانے میں کئی اہم اصلاحات کیں۔ دہلی کا لال قلعہ اور جامع مسجد انہی کی نگرانی میں تعمیر ہوئے۔ ان کا یہ قول بہت مشہور ہے کہ "دیانت قابل تعریف چیز ہے اور وفاداری بہترین طریقہ، لیکن بادشاہ کے کاموں میں جو عوام سے متعلق ہوتے ہیں بادشاہ کی بجائے عوام کا خیال رکھنا بہترین وفاداری ہے"

پنجاب اور کشمیر کے صوبے دار علی مردان خان متوفی 1067/1657ء کی اہمیت یہ ہے کہ وہ اپنے وقت کا بہت بڑا انجینیئر تھا۔ لاہور کا شالا مار باغ اس نے اپنے نقشے کے مطابق تعمیر کیا تھا۔ نہریں نکالنے کا وہ ماہر تھا چنانچہ اس نے قابل، کشمیر اور مشرقی پنجاب میں کئی نہریں نکلوائیں اور پرانی نہروں کی مرمت کی اور باغات لگائے۔

کشمیر کا صوبے دار ظفرخان متوفی 1073ھ/1662ء عہد شاہ جہانی کا عبدالرحیم خانخاناں تھا۔ وہ قابل کا چھ سال تک اور کشمیر کا بارہ سال تک صوبے دار رہا۔ بلتستان اسی کی صوبے داری کے زمانہ میں فتح ہوا۔ کشمیر میں زعفران پر سے محصول ختم کرانا اس کا بڑا کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ کشمیر میں اس نے کئی باغ لگائے اور کشمیر میں ایران اور ترکستان کے ان پھلوں اور پھولوں کی کاشت کرائی جو اس وقت تک کشمیر میں نہیں ہوتے تھے۔ ظفر خان شاعروں کا بڑا سرپرست تھا۔ کشمیر میں صائب، کلیم اور غنی اس کے گھر پر جمع ہوتے تھے اور شعر و سخن کی محفلیں جمتی تھیں۔ وہ خود بھی صاحب دیوان شاعر تھا۔